OPEN ACCESS
ABHATH
(Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.*

ISSN (Print) : 2519-7932
ISSN (Online) : 2521-067X
October–December -2023
Vol: 8, Issue:32
Email:abhaath@lgu.edu.pk
OJS:https://ojs.lgu.edu.pk/index.php/abhath/index

دورِ جدید میں فلاحِ امت مسلمہ کے لئے مساجد کی اہمیت

The Significance of Masajid for the Welfare of the Muslim Ummah in the Modern Era

Muhammad Shahzad Shaikh
Assistant Professor, Fast National University of Computer& Emerging Sciences, Karachi Campus
shahzad.shaikh@nu.du.pk

Muhammad Irfan Nazir
Assistant Professor & HoD Islamic Studies, Govt Degree Science & Commerce College, Korangi, Karachi
irfan_1013@hotmail.com

Abstract

Prior to migration to Madina, Muslims faced severe restrictions on practicing their faith openly while residing in Macca. Consequently, they secretly assembled at the house of Arqam bin Abi Arqam for worship and education. As the hostility from the non-believers in Macca intensified, hindering not only their worship but also their ability to live in accordance with their faith freely, Muslims were granted permission to migrate initially to Abyssinia and eventually were commanded to relocate to Madina. Madina became the new homeland for the Muslim community. Upon their arrival in Madina, the Messenger of Allah (peace be upon him) embarked on the first administrative task: establishing the foundation of the Prophet's Mosque. This mosque served not only as the central place of worship but also as a hub for various aspects of Muslim life, including education, spiritual remembrance, dispute resolution, and governance. It played host to important gatherings, such as imprisoning captives, gathering resources for jihad, and receiving foreign delegations. Even today, by reestablishing the mosque as a focal point for worship and addressing contemporary societal issues, Muslims can reap the same blessings, fostering unity and national security. This article examines the historical significance of the mosque, the importance of the minbar and mehrab, and its pivotal role in diverse aspects of Muslim life. It also offers solutions for addressing some of the present-

day social challenges through the mosque's revitalization as a central institution.

Keywords: The Prophet's Mosque, dispute resolution, minbar, mehrab, significance of the mosque.

رسول اللہ ﷺ نے دین اسلام کی جب دعوت شروع کی تو یہ ایک اجنبی دین تھا۔ اہل مکہ توحید کی ابراہیمی تعلیمات سے دور نکل چکے تھے۔ خود مکہ میں توحید کی علامت یعنی کعبہ مشرفہ کے گرد بھی شرک کے ڈیرے تھے۔ ایسے میں دعوت دین، کھلے بندوں نہیں دی جاسکتی تھی۔ حکمت کا تقاضا بھی یہی تھا۔ یوں کعبہ مشرفہ سے کچھ ہٹ کے صفاو مروہ کے درمیان گھاٹی میں ایک نوجوان صحابی حضرت ارقم بن ابی ارقم کا گھر ابتدائی ایام میں دعوتِ دین کا مرکز ٹھہرا۔ یہاں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہو جایا کرتے۔ یہاں رہ کر مسلمان نماز بھی ادا کرتے اور تعلیمِ دین بھی حاصل کرتے۔

البتہ جیسے جیسے دینِ اسلام کی بات آگے بڑھنے لگی، اور آہستہ آہستہ لوگ دینِ اسلام قبول کرنے لگے تو رؤسائے مکہ کی جانب سے مخالفت بڑھنے لگی۔ کفار کی جانب سے تلقین، ترغیب، تضحیک، تذلیل، تحدّی، کردار کشی، معاشرتی دباؤ، دھمکی، اذیت، حتی کہ قتل اور اقدام قتل جیسی نوعیت کی مخالفت کا سامنا بھی مسلمانوں کو کرنا پڑا۔ ایسی صورت میں ابتداءً مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت ملی۔ ایک قلیل سی جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی لیکن ایک افواہ کے نتیجے میں یہ احباب جلد مکہ واپس لوٹ آئے۔ دوسری مرتبہ قدرے زیادہ افراد نے ہجرتِ حبشہ کی اور اپنا آبائی وطن چھوڑا۔ بالآخر جب بات حد سے تجاوز کر گئی اور دوسری طرف اہلِ یثرب نے نہ صرف یہ کہ دینِ اسلام قبول کیا بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی عنہم اجمعین کی میزبانی بھی قبول کی، تو اب اللہ جل شانہ کی جانب سے یثرب کی جانب ہجرت کا حکم ملا۔ اب آہستہ آہستہ مکہ سے اہل ایمان نے ہجرت شروع کر دی۔ آخر میں خود رسول اللہ ﷺ نے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ہجرت فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ داخل ہونے سے پہلے چند دن قبا کے محلے میں قیام فرمایا۔ یہاں سب سے پہلا کام مسجد کی تعمیر کا تھا۔ یہی وہ مسجد تھی جس کے بارے میں حق جلّ وعلانے کلام مجید میں فرمایا:

لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ، فِيهِ رِجالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَالله يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ [1] علامہ سہیلی کے مطابق قبا کے علاقے میں پہنچنے کے پہلے ہی دن مسجد کی تعمیر کی گئی۔ یہ قول حافظ

[1] - التوبۃ، 108:9

Al-Qurʾān, 9:108

ابن کثیر یہ مدینہ منورہ کی پہلی مسجد تھی۔ بل کہ اس ملت اسلامیہ کی یہ پہلی مسجد تھی جو عام لوگوں کے لئے کھولی گئی۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے مدینے پہنچ کر بنو نجار کو بلایا اور ایک زمین کا سودا کیا، وہ احباب اُس زمین کو بلا قیمت دینا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بالعوض ہی لینے پر اصرار کیا اور یوں آپ ﷺ نے مدینے میں سب سے پہلے جو انتظامی کام انجام دیا وہ بناءِ مسجد تھا۔[3]

مدینہ منورہ کی یہ مسجد، مسجد نبوی کہلاتی ہے۔ اس سادی سی مسجد کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی، اس مسجد کی تعمیر کچی اینٹوں سے کی گئی تھی، اس کی چھت شاخوں کی تھی، جب کہ ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اضافہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور کی بنیادوں پر کچی اینٹوں، شاخوں اور لکڑی کے ستونوں سے تعمیر کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں کچھ ردّ و بدل کیا اور اس میں بہت سا اضافہ کیا۔ اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے تعمیر کیں۔ اس کے ستون منقش پتھروں سے بنائے اور چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی۔[4]

مسجدِ نبوی کے اس مختصر تعارف کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا مدینے پہنچ کر اسلامی حکومت کے دفاتر/سیکریٹیریٹ وغیرہ بنانے حتی کہ اپنی رہائش کا مستقل انتظام کرنے کے بجائے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا کام کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مسجد، ایک آزاد اسلامی معاشرے کا ایسا جزء ہے جس کے بغیر تعمیرِ معاشرے کا تصور بھی ممکن نہیں۔ نیز یہ کہ جیسے اگلی مثالوں سے بھی یہ بات واضح ہو جائے گی کہ مسجد کا تعلق

---

[2] - أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي، البداية والنهاية، (الجيزة: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان، 1424ھ-2003م)، ج:4، ص:517
Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar ibn Kathīr al-Qurashī al-Dimashqī, al-Bidāya wa-al-Nihāya, (al-Jīza: Dār Hijrli-al-Ṭabāʿa wa-al-Nashr wa-al-Tawzīʿ wa-Iʿlān, 1424 - 2003), 4:517.

[3] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1311)، کتاب: الصلاۃ، باب: هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد، ج:1، ص:94، رقم الحدیث:428.
Abū ʿAbdillāh Muḥammd ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, al-Jāmeʿ al-Ṣaḥīḥ, (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāt, 1311), 1:94, Raqam al-Ḥadīth: 428.

[4] بخاري، الجامع الصحيح، کتاب: الصلاۃ، باب: بنيان المسجد، ج:1، ص:97، رقم الحدیث:446.
al-Bukhārī, al-Jāmeʿ al-Ṣaḥīḥ, 1:97, Raqam al-Ḥadīth: 446.

مسلمان کی زندگی میں صرف عبادت سے نہیں بل کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے بہ راہ راست ہے۔[5]

اہمیت مسجد:

مسجد کے حوالے سے مزید بات کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ مسجد کا لغوی واصطلاحی مفہوم بیان کیا جائے چنانچہ لغوی اعتبار سے مسجد کا مطلب سجدہ گاہ ہے جب کہ اصطلاحِ فقہاء میں مسجد سے مراد وہ زمین جسے اس کے مالک نے مسجد بنادیا ہو، اس کا راستہ الگ کر دیا ہو اور اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو، پھر اگر کوئی ایک شخص بھی اس میں نماز پڑھے تو مالک کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مسجدِ شرعی بن جاتی ہے۔[6]

اہمیتِ مسجد کے پیشِ نظر رسول اللہ ﷺ نے مدینے پہنچ کر پہلا اقدام تعمیر مسجد کا فرمایا۔ اسی طرح آں حضرت ﷺ نے عامۃ المسلمین کو بھی تعمیر مساجد کی خوب تلقین فرمائی ہے چناں چہ فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لئے مسجد کی تعمیر کرے گا، اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں گھر تعمیر فرمائیں گے۔ ارشاد فرمایا:

مَنْ بَنَى لِلهِ مَسْجِدًا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ أَوْسَعُ مِنْهُ فِي الْجَنَّةِ.[7]

نیز اسی اہمیت کو اجاگر کرنے کے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے نزدیک سب سے محبوب مقام، مسجد ہے۔ ارشاد فرمایا: أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا.[8]

مسجد کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو گھر جانے سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے، وہاں نماز ادا فرماتے اور پھر بیٹھ جاتے۔ چناں چہ حضرت

---

[5] Alean Al-Krenawi, "The Role of the Mosque and Its Relevance to Social Work," *International Social Work* 59, no. 3 (2016): 3.

[6] محمد عمیم الإحسان المجددي البراکتی، التعریفات الفقهیة، (بیروت: دار الکتب العلمیة)، ص:204.

Muḥamād ʿAmīm Iḥsān al-Mujadadī al-Barkatī, al-Taʿrīfāti al-Fiqhīyyah, (Bierut: Dār al-Kutub al-ʿIlmīyyah), 204.

[7] أحمد بن محمد بن حنبل، المسند، (بیروت: مؤسسة الرسالة، 1417ه - 1997م)، مسند عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما، ج:11ص:631، رقم الحدیث:7056.

Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ḥanbal, al-Musnad ‹(Beirut: Muʾassasa al-Risālah, 1417 - 1997), 11: 631, Raqam al-Ḥadīth: 7056.

[8] مسلم بن الحجاج القشیري، صحیح مسلم، (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1412ھ- 1991م)، کتاب: المساجد و مواضع الصلاۃ، باب: فضل الجلوس في مصلاہ بعد الصبح، ص:464، رقم الحدیث:671.

Muslim ibn al-Ḥajjāj al-Qushairī, Ṣaḥīḥ Muslim, (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmyyah, 1412-1991) 464, Raqam al-Ḥadīth: 671.

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحَى . فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ . 9

مسجد کی اس اہمیت کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں چھوٹے بچوں کو ساتھ نہ لایا جائے۔[10]

عظمت مسجد:

مسجد کے تقدس کو ملحوظ رکھنے کے لئے مسجد میں خرید و فروخت، اپنی ذاتی اشیاء کی گمشدگی کے اعلانات کرنے، سے بھی منع فرمایا۔ چناں چہ ارشاد فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَبِيعُ أَوْ يَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ فَقُولُوا : لَا أَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فِيهِ فَقُولُوا : لَا رَدَّ اللهُ عَلَيْكَ . [11]

جب تم مسجد میں کسی کو خرید و فروخت کرتا دیکھو تو کہو اللہ تمہاری تجارت کو نفع بخش نہ بنائے۔ اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی کھوئی ہوئی چیز کا اعلان کر رہا ہے تو اس سے کہو کہ اللہ کرے تمہیں تمہاری چیز نہ ملے۔

نیز بدبودار چیز مثلاً پیاز و لہسن کھا کر آنے والے شخص کو بھی یہ حکم دیا کہ ہماری مسجد نہ آئے بل کہ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے۔

مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا – أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا – ، وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ. 12

جو کوئی لہسن یا پیاز کھائے تو اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ ہم سے الگ رہے اور ہماری مسجد سے بھی دور رہے

9مسلم، صحیح مسلم، کتاب: صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب: استحباب الرکعتین في المسجد لمن قدم من سفر أول قدومہ، ص: 496، رقم الحدیث:716۔

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, 496, Raqam al-Ḥadīth: 716.

[10] ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل)، ص367 ۔

Dr. Kẖālid ʿlwī, Islạm kā Mʿạshratī Niẓām, (Lahorw: Al-Faysal), 367.

[11] أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1422ھ- 2002م)، کتاب: البیوع، باب: النھي عن البیع في المسجد ونشدان الضالۃ فیہ ، ج:2، ص:56، رقم الحدیث:2352.

Abū ʿAbdullāh Muḥammad ibn ʿAbdullāh Ḥākim Naishāpūrī, al-Mustadrak ʿAlā al-Ṣaḥīḥaīn, (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1422-2002), 2:56, Raqam al-Ḥadīth: 2352.

12مسلم، صحیح مسلم، کتاب: المساجد ومواضع الصلاۃ، باب: نھی من أکل ثوما أو بصلا أو کراثا أو نحوھا ، ص:394، رقم الحدیث:564۔

Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, 394, Raqam al-Ḥadīth: 564.

اور گھر میں بیٹھے۔(جب تک کہ بو زائل نہ ہو جائے)۔

نیز مسجد میں چھوٹے نا سمجھ بچوں، مجنون لوگوں کو مسجد لانے، مسجد میں جھگڑنے، یہاں آواز اونچی کرنے، حتیٰ کہ حد قائم کرنے سے بھی منع فرمایا۔ چناں چہ فرمایا:

جَنِّبُوا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَمَجَانِينَكُمْ وَشِرَارَكُمْ وَبَيْعَكُمْ وَخُصُومَاتِكُمْ ، وَرَفْعَ أَصْوَاتِكُمْ وَإِقَامَةَ حُدُودِكُمْ ، وَسَلَّ سُيُوفِكُمْ ، وَاتَّخِذُوا عَلَى أَبْوَابِهَا الْمَطَاهِرَ ، وَجَمِّرُوهَا فِي الْجُمَعِ .[13]

اپنی مساجد کو (نا سمجھ) بچوں، دیوانوں، خرید و فروخت، لڑائی جھگڑوں، آوازیں بلند کرنے، حدود قائم کرنے اور اسلحہ کی نمائش سے بچاؤ۔ مسجدوں کے دروازوں کے پاس وضو کی جگہیں بناؤ اور ہر جمعہ کو مسجد میں دھونی دیا کرو۔

اور روزِ قیامت جن چند لوگوں کو عرش کا سایہ نصیب ہو گا ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہو گا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کے وہ واپس مسجد لوٹ نہ جائے۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : .... وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ ، إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ.[14]

سات قسم کے لوگ اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔۔۔۔ ایک وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ مسجد سے نکلنے کے بعد جب تک واپس مسجد میں نہ آجائے (اسے چین نہ آئے) نیز اسی اہمیت کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے مسجدوں کو جنت کے باغ قرار دیا۔[15]

مسجد میں اجتماعیت کی افادیت:

رسول اللہ ﷺ نے جماعت کی نماز پر بہت زور دیا ہے۔ ذخیرہ حدیث کی بہت سی احادیث اس پر شاہد ہیں۔ دور نبوی میں جیسے ہی اذان ہوتی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد کی طرف کھنچے چلے آتے۔ بہ قول صحابہ

---

[13] أبو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجۃ القزوینی، السنن، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1430ھ - 2009م)، أبواب: المساجد والجماعات، باب: مایکرہ في المساجد ، ج:1 ص:481، رقم الحدیث: 750. إسنادہ ضعیف (حاشیۃ السندي علی ابن ماجۃ ج:1، ص:253)
Abū ʿAbdillāh Muḥammad ibn Yazīd ibn Māja al-Qazwīnī, al-Sunan, (Beirut: Muʾassasa al-Risāalah, 1430-2009), 1:481, Raqam al-Ḥadīth: 750.

[14] مالک بن أنس، الموطأ، (أبوظبي: مؤسسۃ زاید، 1425ھ - 2004م)، کتاب: الشعر، باب: ماجاء في المتحابین في اللہ، ج:5 صفحۃ: 1389، رقم الحدیث: 3505 / 761.
Mālik ibn Anas, Muʾaṭṭā al-Imām Mālik, (Abū Dhabi: Muʾassasah Zāyid, 1425-2004), 5:1389, Raqam al-Ḥadīth: 3505 / 761.

[15] ظفیر الدین، اسلام کا نظامِ مساجد، (کراچی: دار الاشاعت)، ص 138۔
Ẓafīr al-Dīn , ʾIslạm kā Niẓām-e-Masājid, (Karachi: Dar ul Ishāʿat), 138.

عام منافق کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ جماعت کی نماز ترک کردے۔ اسی طرح جمعے کی نماز میں شرکت پر بھی خصوصی اہتمام فرمایا۔ دراصل مسلمانوں کا روزانہ مسجد میں جمع ہونا خیر سے خالی نہیں۔ اس سے ان کے آپس کے معاشرتی تعلقات میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ ایک شخص کو روز دیکھتے ہوں اور پھر وہ اچانک نظر نہ آئے تو اس کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ بیماری وغیرہ میں عیادت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ غرض ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

مسجد بہ حیثیت ایک ادارہ:

گو کہ مسجد کا لفظ بناہی ''سجود '' سے ہے، اور اس کے معنی جائے سجدہ کے ہیں۔ اور مسجد کا اولین مقصد اللہ بزرگ و برتر کی عبادت یعنی نماز کے لئے مسلمانوں کا اکھٹے ہونا ہے البتہ ہم جب مسجد کو دورِ نبوی کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو یہ مسجد صرف ایک عبادت گاہ نہیں بلکہ مسلم سوسائیٹی کا ایک اہم انسٹی ٹیوشن نظر آتی ہے اور اگر یوں بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے لئے مسجد کا درجہ ایک قطب اور محور سے کم نہ تھا۔ جہاں مسلمان اپنے مختلف سماجی امور کے لئے جمع ہوتے تھے۔ مسجد کے بہ حیثیت ایک ادارے کے قیام سے دین اسلام نے مسلمانوں کو نہ صرف جسمانی طور پر ایک جگہ جمع کیا بل کہ ان کے قلوب کو بھی جمع کر دیا۔ ذیل میں دور نبوی کے تناظر میں معاشرے کے لئے مسجد کے کردار کی مختلف جہات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس سے مسجد کی بہ حیثیت ایک ادارے کے ہمہ جہتی واضح ہوگی۔

مسجد بہ حیثیت عبادت گاہ:

جیسے کہ ابھی مذکور ہوا کہ لفظِ مسجد کی بُنت میں سجود شامل ہے۔ لہذا مسجد کا اولین مقصد، اللہ بزرگ و برتر کا قرب حاصل کرنے کی خاطر پنج گانہ نماز کی جماعت اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جمع ہونا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا [16]

اور یہ کہ مسجدیں سب اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ

اسی طرح رمضان کے مہینے میں مسجد میں اعتکاف کرنا بھی مسجد میں کی جانے والی اہم عبادت ہے۔

مسجد بہ حیثیت ایک تعلیم گاہ:

---

[16] - الجن، 18:72

Al-Qurʾān, 72:18

تحصیل علم کی جو تشنگی مکہ میں رہتے ہوئے کھل کر پوری نہ کی جاسکتی تھی آج مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے ایسا موقع میسر آیا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو حصول علم کی خاطر مسجد ہی کے ہو کر رہ گئے۔ مسجد سے متصل ایک چبوترے پر جمع اس جماعت کا مقصود اصلی رسول اللہ ﷺ سے قران کریم کے الفاظ و معانی کے جواہر کو جمع کرنا، اور محفوظ کرنا تھا۔ یہ لوگ اصحابِ صفہ کہلائے۔ ان کی تعداد کم زیادہ رہتی، افراد بھی بدلتے رہتے البتہ طلبہ علم کی یہ جماعت بہ ہر حال مسجد کو آباد رکھتی، آپ ﷺ کے ملفوظات کو یاد رکھتی اور عمل میں لانے کا بھی بھرپور اہتمام کرتی تھی۔ سرورِ عالم ﷺ بھی انہی حضرات کے ساتھ زیادہ وقت گزارتے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ مسجد تشریف لائے تو دیکھا کہ دو حلقے لگے ہوئے ہیں ایک حلقہ تلاوت و دعا میں مشغول تھا دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم میں۔ آپ ﷺ نے دونوں جماعتوں کی تعریف فرمائی البتہ فرمایا: یہ لوگ تلاوت و دعا میں مشغول ہیں اب اللہ چاہے تو انہیں عطا کرے اور چاہے تو نہ کرے، جب کہ یہ لوگ تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں، اور مجھے تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہے، یہ فرما کر آپ ﷺ اسی حلقے میں تشریف فرما ہوئے۔[17]

ان اصحابِ صفہ کے کھانے پینے کا کوئی مستقل انتظام نہ تھا۔ کوئی کچھ لا کر دیتا تو کھا لیتے و گرنہ صبر کرتے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت کو یاد کر کے تعجب کا اظہار کیا کرتے کہ ایک یہ وقت ہے کہ کاٹن کے کپڑے سے ناک صاف کر رہے ہیں، ایک وہ وقت تھا کہ جب بھوک کی وجہ سے مسجد کے پاس بے ہوش ہو جاتے تھے۔[18]

دورِ نبوی کو سامنے رکھ کر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مسجد نبوی میں اقامتِ صلاۃ کے بعد جو عمل سب سے زیادہ ہوا وہ تعلیم و تعلم ہی تھا۔ چنانچہ احادیثِ نبوی کے خزانہ کا تقریباً دو تہائی حصہ مسجدِ نبوی ہی سے امت تک پہنچا۔ ہر وحی کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ مسجد تشریف لاتے اور صحابہ کرام کو اس سے آگاہ فرماتے۔ وقتاً فوقتاً جو بھی ہدایات آپ ﷺ نے امت کو دینی ہوتی تو آپ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کو خطبہ ارشاد فرماتے۔ گویا مسجد کے ساتھ تعلیم و تعلم کو آپ ﷺ نے لازم و ملزوم کا درجہ عطاء فرمایا۔

مسجد میں تعلیم کے لئے بیٹھنے کی ترتیب "حلقات" کہلاتے۔ "حلقہ" دائرے میں بیٹھنے کو کہتے ہیں۔ یوں

---

[17] ابن ماجہ، السنن ، أبواب: السنۃ، باب: فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ج: 1، ص: 155، رقم الحدیث: 229.
ibn Māja, al-Sunan, 1:155, Raqam al-Ḥadīth: 229.

[18] بخاري، الجامع الصحیح، کتاب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب: ما ذکر النبي وحض علی اتفاق أهل العلم، ج: 9 ص: 104، رقم الحدیث: 7324.

al-Bukhārī, al-Jāmeʿ al-Ṣaḥīḥ, 9:104, Raqam al-Ḥadīth: 7324.

ایک مسجد میں متعدد حلقات قائم ہوتے جہاں مختلف علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی۔[19]

تاریخی حوالے اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ مسلمانوں کے ابتدائی ایامِ حکومت میں، جو کہ اسلامی تاریخ کا سنہری دور تھا، مسجد ناصرف قران، حدیث اور فقہ کی تعلیم بل کہ طب وہندسہ کی تعلیم کے لئے بھی مرکز و محور رہی، نیز عدالتی اور بعض انتظامی امور بھی مسجد میں انجام پاتے تھے۔[20]

مسجد بہ حیثیت ایک مجلس ذکر:

یہ مسجد ایک روحانی مرکز بھی تھا جہاں تزکیہ واحسان اور ذکر کی مجالس قائم ہوتیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کردہ حدیث میں ایک حلقہ ذکر کا تذکرہ ہے کہ ایک جماعت مسجد میں ذکر و تلاوت میں مصروف تھی۔ لوگ اپنے روحانی مسائل لے کر آتے اور آں حضرت ﷺ انہیں ان کا حل تلقین کرتے۔

مسجد بہ حیثیت دار الافتاء:

اسی مسجد میں صحابہ اپنے شرعی مسائل پوچھتے اور علمی پیاس بجھاتے تھے۔ جس کا تذکرہ سورۃ المجادلہ کی ابتدائی آیات میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْسَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَاوَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَاإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ [21]

یقیناً اللہ نے اس عورت کی بات سنی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑا کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی۔ اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا یقیناً اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

آیتِ مذکورہ کا واقعہ مسجد ہی میں پیش آیا تھا کہ حضرت اوس بن صامت نے اپنی اہلیہ بی بی خولہ بنت ثعلبہ کو ظہار کے الفاظ کہہ دیے تھے چنانچہ وہ مسئلہ معلوم کرنے آپ ﷺ کی خدمت میں مسجد تشریف لائی تھیں۔[22]

اس طرح کے سینکڑوں واقعات کتبِ احادیث میں درج ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد باقاعدہ دار

---

[19] Salah Zaimeche, "Education in Islam: The Role of the Mosque," *United Kingdom: Foundation for Science Technology and Civilization*, 2002, 5.

[20] Sayyid Muhammad Imamuddin, "Mosque as a Centre of Education in the Early Middle Ages," *Islamic Studies* 23, no. 3 (1984): 163.

[21] - المجادلۃ:58: 1

Al-Qurʾān, 58:1

[22] أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العزیز، (الریاض: دار طیبۃ، 1418ھ - 1997م)، ج:8، ص:34.

Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl ibn ʿUmar ibn Kathīr al-Qurashī al-Dimashqī, Tafsīr al-Qurān al-ʿAzīz, (Riyadh: Dār Ṭaība, 1418-1997), 8:34.

الافتاء تھی جہاں لوگ مسائلِ شرعیہ کے حوالہ سے رجوع کرتے تھے۔

مسجد بہ حیثیت ایک مشورہ گاہ:

رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ فجر کی نماز کے بعد نمازیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ کسی نے کوئی مسئلہ کا حل یا خواب کی تعبیر دریافت کرنی ہوتی تو وہ مشورہ کرلیتا۔ چنانچہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو۔ راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی بیان فرماتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لیے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔۔۔۔ الخ[23]

اجتماعی معاملے کا مشورہ ہو یا پھر انفرادی نوعیت کا مسئلہ ہو، یہیں مسجد میں یہ امور انجام پاتے۔ اس کی ایک مثال تشریع اذان کے لئے رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کے ساتھ مشورہ کرنے کا واقعہ ہے۔ [24]ایک آدمی نے مسجد میں کھڑے ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ہمیں کس جگہ سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اور اہل شام جحفہ سے اور نجد والے قرن المنازل سے۔[25]

مسجد بہ حیثیت سیکریٹیریٹ امور داخلہ وخارجہ:

بیرون مدینہ منورہ کے وفود سے بھی رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں ہی ملاقات کیا کرتے تھے۔ بل کہ مسجد نبوی کے تاریخی ستونوں میں سے ایک ستون کا نام ''اسطوانہ وفود'' ہے۔ یہیں آپ ﷺ مدینے کے باہر سے آنے والے وفود خواہ وہ بیرون عرب کے ہوں یا پھر عرب قبائل کے، سب سے یہیں ملتے تھے۔

23بخاري، الجامع الصحیح، کتاب: الجنائز، باب:، ج:2، ص:100، رقم الحدیث:1386.
al-Bukhārī, al-Jāme‘ al-Ṣaḥīḥ, 2:100, Raqam al-Ḥadīth: 1386.

24مسلم، صحیح مسلم، کتاب: الصلاۃ، باب: بدء الأذان، ص:285، رقم الحدیث:377.
Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, 285, Raqam al-Ḥadīth: 377.

25بخاري، الجامع الصحیح، کتاب: العلم، باب: ذِكرِ العِلمِ والفُتْيا في المسجد، ج:1، ص:64، رقم الحدیث:133.
al-Bukhārī, al-Jāme‘ al-Ṣaḥīḥ, 1:64, Raqam al-Ḥadīth: 133.

مسجد بہ حیثیت ایک مجلس قضاء:

شعبہ قضاء کا مرکز تو مسجد ہی ہوتی تھی۔ آں حضرت ﷺ تمام مقدمات کا فیصلہ مسجد ہی میں فرماتے تھے ۔چناں چہ امام بخاری رحمہ اللہ نے «باب من قضى ولاعن في المسجد»[26] کا عنوان قائم کیا اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا کہ لعان کا یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا۔ نیز «بَابُ مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ»[27] کا عنوان قائم کر کے حضرت ماعزا سلمی رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی ہے کہ قضاء کا یہ واقعہ بھی مسجد میں پیش آیا تھا۔ نیز آپ ﷺ کے بعد خلفاءِ راشدین بھی مقدمات اور جھگڑوں کا تصفیہ مسجد ہی میں کرتے تھے۔ حضرت شریح مسجد میں فیصلہ کرتے تھے۔ امام شعبی کا عمل بھی یہی تھا۔[28]

مسجد میں مقدمات کے فیصلہ کا ایک بڑا اثر یہ ہوتا تھا کہ مسجد کے احترام کے باعث کوئی جھوٹا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا نہ ہی کوئی جھوٹی گواہی دے سکتا تھا۔ نیز مسجد کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے مجلس قضاء میں کسی قسم کا شور شرابا بھی نہ ہوتا تھا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قاضی کو چاہیے کہ وہ امور قضاء کے لئے مسجد میں نمایاں جگہ بیٹھے، تاکہ عوام الناس اس تک باآسانی پہنچ سکیں۔ اور چوں کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ایک عبادت ہے لہذا اس عبادت کو مسجد میں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ [29]

مسجد بہ حیثیت ایک جیل:

زمانہ نبوی میں ابھی باقاعدہ جیل کا نظم قائم نہیں ہوا تھا۔ لہذا اگر کسی قیدی کو قید کرنا ہوتا تو مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا۔ نجد سے تعلق رکھنے والے ثُمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس متعلق بہت اہم ہے۔ اور اسی واقعہ میں حضرت ثمامہ کے اسلام قبول کرنے سے، ان کو مسجد میں باندھنے کا فائدہ بھی سامنے آجاتا ہے۔

---

26 بخاري، الجامع الصحيح، كتاب: الأحكام، باب: من قضى ولاعن في المسجد، ج:9، ص:68، رقم الحديث:7165.
al-Bukhārī, al-Jāme' al-Ṣaḥīḥ, 9:68, Raqam al-Ḥadīth: 7165.

27 بخاري، الجامع الصحيح، كتاب: الأحكام، باب: من حكم في المسجد حتى إذا أتى على حد أمر أن يخرج من المسجد فيقام، ج:9، ص:68، رقم الحديث:7167.
al-Bukhārī, al-Jāme' al-Ṣaḥīḥ, 9:68, Raqam al-Ḥadīth: 7167.

28 - ظفیر الدین، اسلام کا نظامِ مساجد، ص: 192۔
Ẓafīr al-Dīn , 'Islạm kā Niẓām-e-Masājid,

29 علی بن ابی بکر المرغینانی، الہدایہ، (کراچی: مکتبۃ البشری)، ج:3، ص:198.
'Alī ibn Abī Bakr al-Marghīnānī, al-Hidāyah, (Karachi, Maktabah aḷ-Bushrā, 3:198.

بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم خَيْلاً قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ، فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.[30]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا، وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا پھر انہوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔

مسجد بہ حیثیت مرکز امور عامہ:

جب ایک بدوی صحابی نے مسجد کے ایک کنارے پر پیشاب کر دیا تب بھی رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – قَاعِدًا فِي الْمَسْجِدِ وَأَصْحَابُهُ مَعَهُ [31]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے صحابہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

عامۃ المسلمین سے متعلقہ امور بھی مسجد ہی میں انجام پزیر ہوتے۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے پاس جب کہیں سے مالِ غنیمت آتا تو آپ اسے مسجد میں رکھواتے اور وہیں سے لوگوں میں تقسیم فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ بحرین سے مالِ غنیمت آیا تو آپ نے اسے مسجد میں رکھوادیا اور پھر صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا یہاں تک کہ ایک درہم بھی نہ بچا۔ [32] یہی طرزِ عمل خلفاءِ راشدین کا بھی رہا۔ حضرت عمر کے پاس جب جلولاء سے مالِ غنیمت آیا تو آپ نے مسجد ہی میں رکھوادیا جس کی چمک سے پوری مسجد روشن ہوئی جاتی تھی۔[33]

حضرت کعب بن مالک اور ایک دوسرے صحابی کے درمیان قرض کا معاملہ تھا اور یہ دونوں حضرات بھی

---

30 بخاري، الجامع الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: دخول المشرك المسجد، ج:1، ص:101، رقم الحديث:469.
al-Bukhārī, al-Jāmeʿ al-Ṣaḥīḥ, 1:101, Raqam al-Ḥadīth: 469.

31 أبو بكر محمد بن إسحاق بن خزيمة، صحيح ابن خزيمة، (المكتب الإسلامي، 1424ھ - 2003م)، كتاب: الوضوء، باب: النهي عن البول في المساجد وتقذيرها ، ج:1، ص:182، رقم الحديث:293.
Abū Bakr Muḥammad ibn ʾIsḥāq ibn Khuzaīma, Ṣaḥīḥ Ibn Khuzaīma, (al-Maktab al-ʾIslāmī, 1424-2003), 1:182, Raqam al-Ḥadīth: 293.

32 بخاري، الجامع الصحيح، كتاب: الصلاة، باب: القسمة وتعليق القنو في المسجد، ج:1، ص:91، رقم الحديث:421.
al-Bukhārī, al-Jāmeʿ al-Ṣaḥīḥ, 1:91, Raqam al-Ḥadīth: 421.

33 أبو جعفر محمد بن جرير الطبري، تاريخ الطبري=تاريخ الرسل والملوك، (القاهرة: دار المعارف بمصر)، ج:4، ص:30.
Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr al-Ṭibrī, Tārīkh al-Ṭibrī = Tārīkh al-Rusul wa-al-Mulūk, (Cairo: Dār al-Maʿārif bi Miṣr), 4:30.

مسجد ہی میں گفت گو کر رہے تھے کہ ان دونوں کی آواز کچھ اونچی ہوئی تو رسول اللہ ﷺ گھر سے تشریف لائے اور دونوں کے درمیان تصفیہ فرمایا۔

بیان کردہ احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ہے زمانہ نبوت میں مسجد کا تصور محض جائے نماز کی حد تک نہیں تھا، بل کہ مسجد معاشرے کا ایک ایسا فعال مرکز تھا جس میں مسلم سوسائیٹی کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں بہت بڑا کردار تھا۔ اگر مسجد کو صرف جائے نماز ہی قرار دے دیا جائے اور دیگر معاشرتی اور سماجی مسائل کے حل کے لئے مسجد کی مرکزیت کو ختم کردیا جائے تو مسجد اور مسلم معاشرے میں مضبوط تعلق اور ربط قائم نہیں کیا جاسکے گا۔[34]

تجاویز:

آج مسلمان جس تیزی سے ایمانی، عملی، اخلاقی تنزلی کا شکار ہیں، جس طرح معاشرہ شکست و ریخت سے دوچار ہے، اس کے لئے اجتماعیت بہت ضروری ہے۔ مل جل کر سوچ بچار کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا، اپنی صلاحیتوں سے دوسروں کو بہرہ مند کرنا انتہائی اہم ہے۔ اس اجتماعیت کے حصول کے لئے مسجد ایک بہترین ماڈل ہے۔ ایک ایسا ماڈل جو سنہری تاریخ کا بھی حامل ہے۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے اس کے اصل منہج کو سامنے رکھتے ہوئے پھر سے زندہ کیا جائے۔ تاکہ امت بہ حیثیت امت، مسجد سے بہ حیثیت ادارہ، خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکے۔[35]

رسول اللہ ﷺ کے دور میں مسجد کے کردار کی ہمہ جہتی کو دیکھ کر اور موجودہ دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کو انجام دیے جا سکتے ہیں جس سے معاشرے میں مسجد کے کردار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے جس کی مدد سے عامۃ المسلمین کا مسجد میں آنا جانا بڑھ جائے گا، اور مسجد ان کے معاشرتی مسائل کے حل کے لئے ایک محور قرار پائے گی۔ البتہ ان تجاویز کے بیان سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مسجد کا تقدس اور ادب واحترام انتہائی اہم ہے، جس سے پہلو تہی ممکن نہیں۔ نیز عامۃ المسلمین کی مسجد کے بارے میں حساسیت بھی بہت ہے، اور ہونی بھی چاہیے۔ لہذا مندرجہ ذیل بیان کردہ تجاویز میں جو امور، مسجد کی شرعی حدود میں ممکن ہوں اور ان کے مسجد میں انجام دینے پر کوئی شرعی سوال نہ اٹھتا ہو اور معاشرے میں بھی انتشار کا باعث نہ ہوں تو ان امور کو شرعی مسجد میں انجام دیا جائے۔ لیکن وہ امور جن پر شرعی سوال اٹھ سکتا ہو یا لوگوں کی کم علمی کی وجہ سے انتشار کا اندیشہ ہو تو کسی بھی ممکنہ فتنے

---

[34] Nangkula Utaberta et al., "The Concept of Mosque Based on Islamic Philosophy: A Review Based on Early Islamic Texts and Practices of the Early Generation of the Muslims.," *Advances in Environmental Biology* 9, no. 5 (2015): 374.

[35] Utaberta et al., 374.

سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ ان کے لئے شرعی مسجد سے ملحق کمروں، احاطہ مسجد میں جگہ مختص کی جانی چاہیے۔

1. مسجد میں تعلیم و تعلم کے سلسلے کا فروغ:

عصرِ حاضر میں مسلمانوں نے مسجد سے تعلیم و تعلم کو الگ کر دیا ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ اگر تعلیم و تعلم ہے بھی تو وہ بھی عموماً ناظرہ یا حفظِ قرآن تک محدود ہے۔ اس وقت اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ مسجد کو مرکزِ تعلیم بنایا جائے۔ قرآنِ کریم کی لفظی تعلیم کے ساتھ ساتھ معنوی تعلیم کا بھی بندوبست کیا جائے۔ تفسیر قران کریم، احادیث مبارکہ، سیرت طیبہ اور فقہ کی تعلیم کا بھی خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔ مسجد کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بقدرِ ضرورت دیگر علومِ دینیہ و دنیویہ کی تعلیم کا محور بھی مسجد ہی کو بنایا جائے۔

2. تعلیم بالغان:

بالغ لڑکوں اور بڑی عمر کے افراد کے لئے مسجد میں تعلیمی سلسلہ قائم کیا جانا چاہیے۔ جس میں تلاوت قران کے دوران تصحیح مخارج اور تجوید کے اصول سے شناسائی، روزمرہ کے مسائل، تفسیر قران کریم اور احادیث مبارکہ اور سیرت طیبہ کے کورسز کا اجراء کیا جانا چاہیے۔

3. تعلیم بالغات:

خواتین ہمارے معاشرے کا تقریباً نصف حصہ ہیں اور مسلم سوسائٹی کا اہم جز ہیں انہی کے ہاتھ میں نسل نو کی تعلیم و تعمیر ہے، ان کی تعلیم کی فکر کرنا انتہائی اہم ہے۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے ہمارے اربابِ حل و عقد میں وہ سنجیدگی نظر نہیں آتی جس کی یہ صنفِ نازک استحقاق رکھتی ہیں، مقتدر طبقے کے اس غیر سنجیدہ رویہ کی وجہ سے معاشرہ روز بروز زبوں حالی کی طرف جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں بھی مسجد نہایت اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ خاص طور پر مسجد سے متصل کوئی عمارت یا خارجی کمرے یا مسجد کے زیرِ انتظام مدرسہ جس میں مسلمان بچیوں، لڑکیوں نیز بڑی عمر کی خواتین کے لیے دین سیکھنے سکھانے کی ترتیب بنائی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ جب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب مسجد انتظامیہ اس کو اپنی ذمہ داریوں میں شامل سمجھے لہذا مسجد ہی ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں ان خواتین کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق کورسز کا اجرا ہو سکتا ہے۔

4. لائبریری:

کتب بینی ہمارے معاشرے میں اب ایک اجنبی عمل بن چکی ہے۔ موبائل اور کمپیوٹر کے بڑھتے ہوئے استعمال نے کتب بینی کی افادیت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ حالاں کہ عالمی طور پر کتب بینی کی افادیت مسلم ہے۔ معاشرے کی اصلاح و ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے کہ کتب خانے اور لائبریری کے تصور کو از سرِ نو اجاگر کیا جائے۔ نوجوان نسل میں کتابوں سے استفادہ کا شعور پیدا کیا جائے اور اس مقصد کے لیے مسجد کے پلیٹ فارم کو استعمال کیا جائے۔ لہذا ہر مسجد کے ساتھ ایک لائبریری کا قیام نہایت ضروری ہے، جہاں عامۃ الناس کی ضرورت کی کتب موجود ہوں اور وہاں وہ بیٹھ کر اس لائبریری کی کتب سے بھی استفادہ کر سکیں یا پھر وہیں بیٹھ کر اپنی کتب سے پڑھ لیں۔

5. تعلیمی مشاورت (کنسلٹنسی):

گزشتہ بیان کردہ امور سے استفادہ وہی لوگ کر سکیں گے جو مسجد آنے کے پابند ہیں۔ لیکن ان لوگوں کا رخ بھی مسجد کی طرف کرنے کی ضرورت ہے جو مسجد آتے ہی نہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں ایسی چیز متعارف کرائی جائے جو ان کی ضرورت پورا کرے۔ ہمارے معاشرے میں ایک کمی، تعلیم کی راہ متعین کرنے لئے بہتر مشورے کی ہے۔ تعلیم کے میدان میں عام طور پر دیکھا دیکھی کسی فیلڈ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ اس سلسلے میں اگر ماہرین کی رائے حاصل کر لی جائے تو زیادہ بہتر ہو۔

ایسے ماہرینِ تعلیم جو اسکول، کالج یا یونیورسٹی میں تعلیم دیتے ہیں۔ وہ مسجد میں اہل محلہ کے بچوں کے لئے مختلف مراحل کی تعلیم کے لئے مفت کنسلٹنسی فراہم کریں۔ یعنی اسکول سے فارغ التحصیل ہونے والوں کو اب کون سی فیلڈ کا انتخاب کرنا چاہیے۔ انٹر میڈیٹ کرنے والے طلبہ کو کون سی یونیورسٹی میں تعلیم کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ بیرون ملک اعلی تعلیم کے لئے اسکالر شپ کا انتظام کیسے کیا جائے وغیرہ ذلک ایسے امور ہیں جن کے بارے میں عام طور پر والدین کو بر وقت صحیح معلومات نہیں مل پاتیں۔ جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ نوجوانوں کی صلاحیتوں کا جیسا کہ ہونا چاہیے ویسا بھرپور فائدہ معاشرے کو نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں مساجد ایجوکیشن کنسلٹنسی کا شعبہ قائم کر کے لازوال کردار ادا کر سکتی ہیں اور خوش قسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایسے بے لوث احباب کی کمی نہیں جو صدقہ جاریہ سمجھ کر اس نیک کام میں نوجوانوں کی رہنمائی کریں گے جو آئندہ چل کر ایک ترقی یافتہ معاشرہ کے لیے سنگِ میل ثابت ہوگا۔ اور یہ سب کچھ مساجد ہی کی برکت سے ممکن ہو سکے گا۔

جب اہل محلہ کی یہ اہم ضرورت مسجد کے ماحول میں پوری ہو گی تو ایسے افراد بھی مسجد کا رخ کریں گے جو اس سے پہلے مسجد نہیں جایا کرتے تھے اور ان کی انسیت مسجد کے ساتھ بڑھ جائے گا۔ اس طرح نوجوانوں کا مساجد سے بڑھتا ہوا تعلق ایک صالح معاشرے کی بنیاد فراہم کرے گا۔

6. ٹیکنکل تعلیم اور ہنر سکھانا:

اس وقت پوری دنیا بڑھتی ہوئی بے روزگاری سے متاثر ہے جس کی ایک وجہ صرف تعلیم پر توجہ دینا اور ہنر مندی کی تعلیم کو غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کرنا ہے۔ حالاں کہ ایک غیر ہنر مند شخص معاشرے پر غیر ضروری بوجھ کا باعث بن سکتا ہے جب ایک ہنر مند شخص جوا گرچہ غیر تعلیم یافتہ ہی کیوں نہ ہو نہ صرف یہ کہ اپنا اور اپنے اہل و عیال کا بہتر انداز میں خرچ اٹھا سکتا ہے بلکہ معاشرے کی ترقی میں اپنا حصہ شامل کر سکتا ہے جب کہ ہنر مند تعلیم یافتہ نوجوان تو جس بھی میدان میں قدم رکھیں گے ملک وملت کو ترقی کی بامِ عروج پر پہنچا دیں گے۔

معاشرے کی اس بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بھی مساجد سے استفادہ کرنا چاہیے لہذا مسجد سے منسلک کمروں یا احاطہ میں اہل محلہ کے نوجوانوں اور بے روزگاروں کے لئے فی سبیل اللہ ایسی ٹیکنکل تعلیم اور ہنر سکھانے کا انتظام بھی بہت فائدہ مند ہے جو آئندہ کے لئے ایک بہتر روزگار کے حصول میں معاون ہو۔ نیز اس سے ایک اہم فائدہ یہ بھی ہو گا کہ نوجوان نسل اپنے کام کے سیکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سیکھے گی کہ کام کے وقت تو کام کیا جائے لیکن جیسے ہی نماز کا وقت ہو جائے تو کام کو چھوڑ کر اہتمام سے نماز میں شرکت کی جائے۔

7. شرعی امور میں مشاورت:

عامۃ المسلمین اپنے روزمرہ کے شرعی مسائل کے بابت بہت پریشان رہتے ہیں اور رہنا بھی چاہیے کیوں کہ ایک مسلمان کی زندگی کا محور ہی قرآن وسنت ہے اور سچا مسلمان وہی ہے جو زندگی کے تمام معاملات میں شریعت کی پاسداری کرے۔ مزید یہ کہ سوشل میڈیا کے اس دور میں قابل اعتبار اور نا قابل اعتبار میں فرق کرنا ایک عام شخص کے لئے بہت مشکل ہو گیا ہے۔ لہذا مسجد میں ایسے قابل علماء و مفتیان کرام کی مجلس بہت اہم ہے، جن سے اہل محلہ اپنے مسائل کے بارے میں شرعی راہنمائی حاصل کر سکیں۔ اس سلسلہ میں امامِ مسجد کا کردار نہایت اہم ہے نیز علاقے میں رہنے والے علماء کو بھی اس ضمن میں اپنی خدمات پیش کرنی چاہیے کیوں کہ امت ائمہ و علماء کی تعلیم و تربیت کے تمام مصارف برداشت کرتی ہے اور بدلے میں ان سے یہ امید رکھتی ہے کہ وہ شرعی معاملات میں ان کی رہنمائی کریں گے جو کہ ان حضرات کی اخلاقی ذمہ داری بھی ہے۔ اور مسجد اس سلسلہ میں بہترین پلیٹ فارم مہیا کرتی ہے لہذا امام مسجد اور مقامی علماءِ کرام کو مسجد کو مرکز بنا کر اپنے اس دینی اور اخلاقی فریضہ سے سبکدوش ہونے کی سعیِ بلیغ کرنی چاہیے نیز مسجد انتظامیہ اور دیگر اہلِ محلہ کو اس نیک کام میں ان ائمہ و علماء کی بھرپور معاونت کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں امام مسجد اور مقامی علماء اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے دن بھر میں ایک مخصوص وقت کے لیے مسجد میں تشریف فرما رہیں اس دوران شرعی مسائل کی بابت رہنمائی فرمائیں اور وقتاً فوقتاً اس کی علاقہ میں مناسب تشہیر بھی کرتے رہیں، بینرز اور پوسٹرز

وغیرہ کے ذریعے اہلِ علاقہ کو آگاہ رکھیں کہ روزانہ فلاں وقت میں امام صاحب اور علماءِ اہلِ محلہ مسجد میں تشریف فرما ہوں گے لہذا احباب اپنے مسائل کے حل کے لیے اس وقت میں رابطہ فرمائیں۔اس دوران فون پر بھی لوگوں کو مسائل کا جواب دیں اور جو مسائل مشکل و غور طلب ہوں انہیں قریبی دارالافتاء میں جمع کرا کر اس کا تحریری جواب لوگوں کو مرحمت فرمائیں۔امید ہے کہ اس ترتیب سے اہلِ ایمان کو دین پر چلنے میں بہترین مدد ملے گی اور اس سے ائمہ و علماء کے وقار و شرف میں قابلِ قدر اضافہ ہوگا۔

8. مجلس مشاورت برائے امور عدالت:

عدالتی معاملات بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔ایک عام آدمی اس متعلق نہ صرف یہ کہ لاعلم ہوتا ہے بلکہ اپنے بہت سے جائز حقوق میں بھی عدالتی دروازہ کھٹکھٹانے کی ہمت نہیں کرتا۔اس متعلق صائب مشورہ بھی بالعوض ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے غریب آدمی بالکل ہی عدالتی انصاف حاصل کرنے سے گریزاں رہتا ہے۔اگر اہل محلہ میں سے کوئی صاحب ریٹائرڈ جج ہوں یا عملاً وکالت سے وابستہ ہوں تو وہ بھی ہفتے میں کوئی دن مخصوص کر کے نشست رکھ سکتے ہیں جہاں اہل محلہ ان سے بلاعوض مشاورت کر سکیں۔یہ یقیناً انصاف پھیلانے میں اور مظلومین کو ظالموں کے پنجہ ظلم سے نجات دلانے میں ایک عمدہ کاوش شمار ہوگی اور اس مقصد کے لیے علاقے کی مسجد سے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن ملحوظِ خاطر رہے کہ اس طرح کے دنیوی معاملات کے سلسلے میں مسجد کے اندر بیٹھ کر گفت و شنید کے بجائے مسجد سے متصل جگہوں یا کمروں کو استعمال کیا جائے تاکہ مسجد غیر ضروری شور و شغب سے محفوظ رہے اور مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے کی وعید میں شامل نہ ہوں اور اگر خاص مسجد شرعی کی حدود میں بیٹھیں تو اعتکاف کی نیت کے ساتھ بیٹھیں اور مقصد و نیت مظلوموں کی دادرسی اور عدل و انصاف کا فروغ رکھیں۔

9. مجلس مشاورت برائے فروغ تجارت:

تجارت بھی دین کا حصہ ہو سکتی ہے، جب کہ ان اصول کے مطابق کی جائے جو شریعت مطہرہ نے سکھائے ہیں۔حتی کہ ایک سچے امانت دار تاجر کو روز قیامت انبیاء و صلحاء کی معیت کی بشارت دی گئی ہے۔[36]

[36]۔محمد بن عیسی بن سَوْرۃ ترمذي، جامع الترمذي، (بیروت: دارالغرب الإسلامی، 1996)، أبواب: البیوع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: ماجاء في التجار وتسمیة النبي صلی اللہ علیہ وسلم إیاھم، ج:2، ص:498، رقم الحدیث:1209، وقال: ھذا حدیث حسن.
Muḥammad ibn ʿĪsā ibn Saūra al-Tirmiḏī, Jāmʿ Tirmiḏī, (Beirut: Dār al-Gharb al-ʾIslāmī, 1996), 2:498, Raqam al-Ḥadīth: 1209.

کیا ہی بہتر ہو کہ محلے کے ایسے قابل افراد جو کامیاب تاجر ہوں وہ نیا کام شروع کرنے والوں کو کامیاب تجارت سے متعلق مفید مشوروں سے بہرہ مند کریں۔ مسجد، کام کرنے والے اور کام کروانے والے کے مابین تعلق قائم کرنے لئے بھی مناسب مقام ثابت ہو سکتی ہے۔ یعنی جس شخص کو نوکری کی ضرورت ہو یا جس شخص کو کام والے کی ضرورت ہو وہ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کسی نوٹس بورڈ پر اشتہار آویزاں کردے۔ لیکن ملحوظِ خاطر رہے کہ اس طرح کے دنیوی معاملات کے سلسلے میں مسجد کے اندر بیٹھ کر گفت وشنید کے بجائے مسجد سے متصل جگہوں یا کمروں کو استعمال کیا جائے تاکہ مسجد غیر ضروری شور و شغب سے محفوظ رہے اور مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے کی وعید میں شامل نہ ہوں۔

10. مسجد میں کلینک اور ڈسپنسری:

آج کل علاج معالجہ اس قدر مہنگا ہو چکا ہے کہ عام افراد کے پاس موجود رقم محض ٹیسٹ کرانے میں صرف ہو جاتی ہے۔ علاج کے لئے بچتا ہی نہیں۔ نیز ماہر ڈاکٹر کا ملنا وہ بھی مناسب فیس میں بہت مشکل ہے۔ مزید یہ کہ ہر علاقے میں چند ایک ماہر ڈاکٹر تو ہوتے ہی ہیں اور اہلِ علاقہ بوجہ پڑوسی ہونے کے کچھ نہ کچھ حق تو رکھتے ہی ہیں لہذا بہت مناسب ہے کہ میڈیکل فیلڈ سے وابستہ افراد اللہ کی رضا کے لیے کچھ وقت فارغ کر کے مسجد میں اپنی ایک بیٹھک طے کر لیں جہاں وہ بلا معاوضہ مشورہ اور علاج کریں۔

11. ماہر نفسیات:

مسجد کے نمازی اپنے جو مسائل مسجد کے امام صاحب کے سامنے پیش کرتے ہیں، وہ تمام شرعی مسائل نہیں ہوتے کہ جن کا جواب فقہ و فتاوی کی کتب میں تلاش کیا جائے۔ عام افراد کے بہت سارے مسائل انسانی نفسیات سے متعلق ہوتے ہیں، جنہیں ایک ایسا شخص بہترین انداز سے حل کر سکتا ہے جو یا تو بہ ذات خود انسانی نفسیات سے واقف ہو یا باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کر کے ماہر فن بنا ہو۔ لہذا ایسے افراد جو ماہرین نفسیات ہوں اور اپنی فیلڈ سے وابستہ ہوں وہ بھی اپنی مسجد میں اہل محلہ کو وقت دیں۔

12. تجہیز و تکفین کا انتظام:

شہری ماحول میں جہاں آج کل ایک بڑی آبادی فلیٹ اور اپارٹمنٹ یا چھوٹے گھروں پر مشتمل ہوتی ہے، وہاں گھر میں کسی میت کے غسل، تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا آسان نہیں ہوتا۔ میت کو سرد خانے میں رکھنا بعض اوقات غیر معمولی اخراجات اور پریشانی کا باعث بنتا ہے نیز اس کی وجہ سے عموماً نمازِ جنازہ میں تاخیر بھی ہوتی ہے جو کہ شرعاً سخت ناپسندیدہ امر ہے نیز یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کے ماحول میں کام کرنے والے پیشہ ور ذہنیت کے حامل

ہو جاتے ہیں اور تجہیز و تکفین کے سنت طریقوں کو لاعلمی کی بنیاد پر چھوڑ دیتے ہیں لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے فروغ دیا جائے، ہر مسجد میں نہیں تو کم از کم ہر علاقے کی کسی نمائندہ مسجد میں اس کا انتظام ہونا عامۃ المسلمین کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ الحمد للہ شہر کراچی کی بعض مساجد میں ایسا انتظام موجود ہے جو کہ قابل ستائش ہے۔ مساجد سے اس نوع کا فائدہ اٹھانا بھی ان شاء اللہ احیاءِ سنت کا باعث بنے گا۔

13. وضو کے مستعمل پانی کی نکاسی:

پانی اللہ تبارک و تعالٰی کی بے بہا نعمت ہے لیکن بد قسمتی سے اس کی قدر کرنے کے بجائے لوگ اس کی نہایت ناقدری کرتے ہیں خاص کر مساجد کے اندر دورانِ وضو پانی کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے حالاں کہ سرورِ عالم ﷺ نے نہر کنارے وضو میں اسراف سے بچنے کا حکم دیا تھا[37] اور خود آپ ﷺ کا اپنا وضو صرف ایک صاع پانی سے ہوتا تھا[38] جس کی موجودہ زمانے کے حساب سے مقدار ایک لیٹر سے بھی کم بنتی ہے (تقریباً پون لیٹر)۔ اس لیے اولاً تو لوگوں میں اس بات کا شعور اجاگر کرنے کی سخت ضرورت ہے کہ وضو میں پانی کم سے کم استعمال کریں اور اندازاً ایک لیٹر سے کم پانی میں اپنا وضو مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ ثانیاً وضو میں استعمال ہونے والے پانی کو قیمتی بنانے کی کوئی سعی کی جائے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ مسجد سے ملحق وضو خانے میں استعمال ہونے والا پانی ناپاک نہیں، بل کہ ماء مستعمل ہوتا ہے جو کہ پاک ہے۔ اور عام طور پر اس کی نکاسی اسی نالی سے ہوتی ہے جس سے بیت الخلاء کی نکاسی ہوتی ہے۔ نتیجتاً وہ تمام مستعمل پانی گٹر میں شامل ہو جاتا ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ اس کی نکاسی کا الگ سے انتظام کیا جائے اور اسے قریب موجود باغ کی طرف منتقل کر دیا جائے، اگر قریب کوئی باغ نہیں تو کوئی چھوٹی کیاری بنا دی جائے، اور مستعمل پانی سے اسے سیراب کیا جائے۔ اس طرح اپنے ارد گرد شجر کاری بغیر کسی اضافی خرچ کے ممکن ہو سکے گی۔ اس آئیڈیا کا دنیا کے مختلف شہروں کی نئی تعمیر ہونے والی مساجد میں بطورِ خاص لحاظ رکھا جا رہا ہے۔ یہ قدرت کی اس

---

[37] أحمد بن حنبل، المسند، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضي اللہ عنھما، ج:3 ص:1486، رقم الحدیث:7186، إسنادہ صحیح۔
Aḥmad ibn Ḥanbal, al-Musnad, 3: 1486, Raqam al-Ḥadīth: 7186.

[38] ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی، السنن، (حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ)، کتاب: المیاہ، باب: القدر الذي يكتفي به الإنسان من الماء للوضوء والغسل، ج:1 ص:179، رقم الحدیث:347، صحیح۔
Abū ʿAbd al-Raḥmān Aḥmad ibn Shuʿaīb ibn ʿAlī al-Nasāʾī, al-Sunan, (Aleppo, Maktaba al-Maṭbūʿāt al-ʾIslāmiya)1:179, Raqam al-Ḥadīth: 347.

عظیم نعمت کی قدر بھی ہوگی اور شجر کاری کے فروغ کا ذریعہ بھی ہے۔

14. تکافل باہمی:

دین اسلام نے ایک تصور عاقلہ کا پیش کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاًاگر کسی بس ڈرائیور سے کوئی ایکسی ڈینٹ ہو جاتا ہے۔اور اس پر اس کی دیت ادا کرنا لازم ہوتی ہے تو دراصل وہ تمام دیت اس فرد واحد پر لاگو نہیں ہوتی بل کہ اس شخص کا جس شعبے سے تعلق ہوتا ہے، ان تمام افراد پر وہ دیت تقسیم ہو جاتی ہے۔ جس سے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں، یعنی پہلا تو یہ کہ مقتول کے ورثاء کو دیت مل جاتی ہے، دوم یہ کہ وہ تمام دیت اکیلے قاتل پر نہیں آتی، اس لئے کہ یہ تو اس کے بس سے باہر کی بات ہوگی، سوم یہ کہ جب اس کمیونیٹی سے تعلق رکھنے والے افراد ایک ناکردہ گناہ کے بدلے کچھ رقم ادا کریں گے تو آئندہ وہ خود بھی ایسے کسی اقدام سے احتیاط برتیں گے اور دوسروں کو بھی احتیاط کی تلقین کریں گے۔

اب یہی عاقلہ کا تصور اگر محلے پر لاگو کیا جائے۔اور اہل محلہ پیش آمدہ مصیبتوں میں ایک دوسرے کی مدد کریں تو تکافل باہمی کی اس صورت سے معاشرے کی اکائیاں ایک دوسرے سے بہترین انداز میں بندھ جائیں گی۔اور کیا ہی بہتر ہو کہ تکافل اجتماعی کے لئے مرکز، محلے کی مسجد ہو۔

15. زکوۃ کے فنڈ کا قیام:

اسی تکافل اجتماعی کی ایک صورت زکوۃ فنڈ کے قیام کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے۔جہاں اہل محلہ مقامی علماء کی زیرِ نگرانی اپنی زکوۃ جمع کرائیں۔اور پھر جس کسی کو بھی رقم کی ضرورت ہو اور وہ زکوۃ کے مصارف میں سے شمار ہو تو اسکی مدد اس فنڈ سے کر دی جائے۔یوں اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے گا جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بہ طور ہدایت فرمائی تھی کہ اہل یمن کے امیر لوگوں سے زکوۃ کی رقم لے کر وہیں کے غریب افراد پر خرچ کر دینا۔ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ۔ [39]

16. مسجد بطور کمیونٹی سینٹر:

خوشی و غمی کے اجتماعات کے لیے بھی مسجد میں جمع ہو سکتے ہیں۔اس ضمن میں عقدِ نکاح کا مسجد میں ہونا تو

---

[39] بخاري، الجامع الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: وجوب الزكاة، ج:2ص:104، رقم الحديث:1395.
al-Bukhārī, al-Jāme' al-Ṣaḥīḥ, 2:104, Raqam al-Ḥadīth: 1395.

مسنون ہے ہی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجدوں میں کرو"۔[40] اسی طرح تعزیت کے لیے مساجد میں تعزیتی جلسوں کی شکل میں مروج ہیں مزید یہ کہ اسی سے متعلقہ معاشرتی معاملات و عقود جو آدابِ مسجد سے میل کھاتے ہوں آدابِ مسجد کی رعایت رکھتے ہوئے اعتکاف کی نیت کے ساتھ انجام دیے جاسکتے ہیں نیز اس مقصد کے لیے مسجد سے متصل کمرے یا جگہ بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ البتہ اجتماعی بعام چوں کہ عموماً شور و غوغا کا باعث ہوتا ہے اس لیے اجتماعی بعام کے نظم سے مسجدِ شرعی کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

17. خواتین کے لئے نماز کی جگہ کا اہتمام:

اسلام کے نزدیک یہ امر پسندیدہ ہے کہ مرد مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں اور خواتین گھر پر لیکن یہ مسئلہ عام طور پر پیش آتا ہے کہ اگر گھر کی مستورات کے ساتھ کہیں باہر نکلیں تو نماز کہاں پڑھیں؟ کیوں کہ مساجد میں عموماً ایسی کوئی مخصوص جگہ نہیں ہوتی جہاں بامرِ مجبوری خواتین نماز پڑھ سکیں چنانچہ بارہا دفعہ دیکھنے میں آتا ہے پنج وقتہ نماز کی پابند خواتین کی بھی نماز ایسی صورت میں قضاء ہو جاتی ہے۔

عام طور پر شہر میں خواتین کے لئے نماز کی جگہ صرف بازار کی مساجد میں ہوتی ہے۔ حالاں کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسجد میں خواتین کے لئے نماز کی الگ جگہ موجود ہو۔

18. خواتین کے لئے دروس قران وحدیث:

مساجد سے ملحقہ عمارت میں ایسی مخصوص جگہ بھی ہونی چاہیے جہاں خواتین ہفتہ واری دروس قران و حدیث کے لئے جمع ہو سکیں۔ نیز جمعے کے بیان کے لئے بھی جمع ہونے کے لئے انتظام ہونا چاہیے۔ آج کے سوشل میڈیا کے دور میں جہاں ہر غلط بات باآسانی لوگوں تک پہنچ رہی ہے۔ لیکن حق بات جو مسجد کے منبر سے کی جاتی ہو، وہ نہیں پہنچ پاتی، لہذا بہتر ہے کہ خواتین کے لئے بھی مسجد سے ملحق کسی ہال میں بیان سننے کی جگہ تیار کی جائے۔

نتیجہ بحث:

ذکر کردہ دلائل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مساجد جن کا اصل مقصد اگرچہ

---

[40]- ترمذي، جامع الترمذي، أبواب: النكاح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم– باب: ما جاء في إعلان النكاح، ج: 3، ص: 391، رقم الحديث: 1089.

al-Tirmiḏī, Jām` Tirmiḏī, 3:391, Raqam al-Ḥadīth: 1089.

عبادت ہے لیکن دورِ نبوی میں دیگر مقاصد کے لیے بھی مساجد کو استعمال کیا جاتا تھا جس کے درجنوں شواہد کتب احادیث میں موجود ہیں۔شاید یہی وجہ تھی کہ قرونِ اولی کے مسلمانوں کا تعلق مسجد سے بہت گہرا تھا۔اور کسی بھی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ان کی نگاہیں مسجد ہی کی طرف اٹھتی تھیں اور ظاہر ہے کہ مسجد سے رہنمائی حاصل کرنے کا مطلب ہے علماء سے رہنمائی حاصل کرنا اور بزرگوں کے زیر سایہ زندگی گزارنا۔جب کہ فی زمانہ لوگوں کا مسجد سے تعلق برائے نام رہ گیا ہے۔جس کی وجہ سے مسلمان مساجد کے ساتھ ساتھ علماء سے بھی لا تعلق ہوگئے ہیں نیز مسلمانوں کی دینی اور روحانی حالت روز افزوں ابتری و تنزلی کا شکار ہو رہی ہے۔جس کا فطری حل یہی نظر آتا ہے اہلِ ایمان کو ان کے روحانی مرکز سے جوڑ دیا جائے۔چنانچہ اس مقصد کے تحت مناسب ہے کہ مساجد کو صرف عبادت گاہ نہ سمجھا جائے بلکہ روزمرہ کے ضروری معاملات کے حل کے لیے مساجد کو مرکز بنایا جائے البتہ جو امور آدابِ مسجد سے میل نہ کھاتے ہوں ان کے لیے مسجد سے متصل کمرے یا جگہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے۔اس حوالے سے چند تجاویز اوپر کی سطور میں پیش کی گئی ہیں اور یہ بطور مثال و نمونہ کے پیش کی گئی ہیں تا کہ ان کو بنیاد بنا کر مسلمان مزید اقدامات و تجاویز زیرِ غور لائیں اور پھر ان پر عمل پیرا ہو کر مساجد کا کردار درست طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔اس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ یہ مختصر مقالہ مساجد اور اہلِ ایمان کے تعلق میں اضافے کے لیے مناسب بنیاد فراہم کر سکے گا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License